ایلخانی عہد کا تاریخی ادب

ڈاکٹر زہرہ عرشی ایم اے، پی، ایچ، ڈی رام پور

فن تاریخ نویسی کو مسلمانوں کی دنیا میں ہمیشہ سے ہی مقبولیت و اہمیت حاصل رہی ہے۔ اس فن کو بام عروج پر پہنچانے کے لئے انھوں نے جس جگر کاوی سے کام لیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اپنے تاریخی شاہکاروں میں انھوں نے اس فنکاری کا ثبوت دیا کہ جدید اور ترقی یافتہ دنیا کے مورخین بھی اس پر کوئی نمایاں اور قابل لحاظ اضافہ نہیں کر سکے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان مورخوں نے اپنے آقاوں کے کارناموں، ان کی سیاسی سرگرمیوں، ان کی داد و دہش ان کے عدل و انصاف اور ان کی جنگی فتوحات پر زیادہ زور دیا ہے۔ لیکن یہ بھی وقت کا تقاضا تھا اور اس کے لئے وہ مجبور تھے۔ کیونکہ وہ شخصی حکومتوں کا دور تھا اور اس وقت انھیں چیزوں کی اہمیت تھی۔ اس کے نتیجے میں ہمارے مورخ ثقافتی، معاشرتی اور معاشی پہلووں پر توجہ نہ دے سکے۔

سرزمین ایران ہمیشہ سے علم و ادب کا گہوارہ رہی ہے اور ایرانی علما کی سرشت میں بھی تاریخ نویسی کا ذوق بدرجۂ اتم موجود تھا۔ چنانچہ ادبیات ایران میں ایسے بے شمار شاہکار موجود ہیں جن کی حیثیت تاریخ میں مسلم ہے۔ تاریخ بیہقی، تاریخ وصاف، تاریخ گزیدہ، طبقات ناصری اور تاریخ جہاں کشا اس کی نمایندہ مثالیں ہیں۔ اس میں سے تاریخ بیہقی کے علاوہ یہ تمام تاریخیں ایلخانی عہد میں تصنیف ہوئیں۔

فارسی کی قدیم نثری کتابوں میں تاریخ جہاں کشائے جوینی کا ایک بلند مقام ہے۔ اس کتاب میں علاء الدین بن عطا ملک بن محمد جوینی نے خاندان چنگیز و ہلاکو کی تاریخ لکھی ہے۔

چونکہ وہ خود اس خاندان سے وابستہ تھا جس کا تذکرہ اس نے اپنی کتاب میں کیا ہے اس لئے تاریخی حیثیت سے یہ کتاب بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ جوینی نے ۱۲۶۰ء میں اسے مکمل کیا اور ۱۲۵۷ء تک کے واقعات بالتفصیل بیان کئے ہیں۔

جوینی کا تعلق ایک ایسے خاندان سے تھا جو نسلوں سے حکومتوں میں دخیل اور کلیدی عہدوں پر فائز رہا، اس خاندان کے اکثر لوگ صاحب دیوان کے لقب سے مشہور ہوئے۔ خود اس کا باپ بھی اسی نام سے جانا پہچانا جاتا تھا۔ جوینی نے بہت کم عمری سے انتظام حکومت میں حصہ لینا شروع کیا تھا۔ یہ ایک حسنِ اتفاق ہے کہ نثر فارسی کے اس عظیم مصنف کو جو سب سے پہلا عہدہ تفویض ہوا وہ کاتب کا تھا۔

علاالدین کو دشمنوں کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا بھی سامنا کرنا پڑا، لیکن یہ اس کا تدبر و واقت[؟]ار تھا کہ جس نے اپنے تمام مواقع پر فتح و کامرانی کے پھول جوینی کے دامن میں بھر دیئے۔ وہ اپنے زمانے کے صاحبان علم وفن اور خدایان شعر وادب کے نزدیک قابل احترام اور لائق تعظیم ہستی تھا۔ وہ خود بھی عالم و فاضل تھا اور ماہرین علوم وفنون کا ہمیشہ حامی وناصر رہا۔

وہ ایک بلند پایہ ادیب تھا اور اس کی جو تحریریں ہمارے سامنے آئی ہیں ان میں تاریخ جہاں کشا ہر لحاظ سے نمایاں، اہم اور قابل توجہ تصنیف ہے اس کی اہمیت اس لئے بھی زیادہ ہے کہ مصنف نے اپنے دور کے حالات بالتفصیل بیان کئے ہیں۔ اس کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ اس دور سے متعلق کوئی اور اہم تصنیف موجود نہیں اور مابعد کی جو تاریخیں ملتی بھی ہیں وہ سب کی سب جوینی کی خوشہ چین ہیں یہاں تک کہ تاریخ وصاف، جامع التواریخ، تاریخ گزیدہ اور حبیب السیر جیسی گراں قدر تصانیف میں بھی اس سے استفادہ کیا گیا ہے۔

یہ کتاب اس لئے بھی اہم ہے کہ اس کے ایک بڑے حصے کا عینی شاہد خود جوینی ہے۔ اس کی آنکھ نے زمانے کے انقلابات کو جس طرح دیکھا ہے۔ بلا کم وکاست پیش کر دیا۔

یہ کتاب صرف تاریخی واقعات پر مشتمل نہیں بلکہ اس میں منگلوں کے اخلاق و عادات طور طریق رہن سہن اور آداب و رسوم کی بڑی سچی تصویریں ملتی ہیں۔ اس کتاب میں آئین جہاں بانی سے متعلق وہ ساری تفصیلات ملتی ہیں۔ حسن کی نثر دیگر و نثر فنی کا سہرا جوینی نے منگولوں کے سر باندھا ہے اس طرح منگولوں سے متعلق تاریخ جہاں کشا بیک وقت فتوحات رسومات اور طرز آئین حکومت کے بارے میں ایک ایسی کتاب ہے جسے ہر لحاظ سے ادبیت کا درجہ حاصل ہے۔ اس لئے کہ وہ جس دور سے متعلق ہے اس کے بارے میں اور کوئی بھی کتاب ان ساری خصوصیات کا دعویٰ نہیں کر سکتی جو جوینی کی اس تصنیف کے ساتھ وابستہ ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی نے بھی اسے سب سے اہم اور مستند تاریخ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ "خواجہ شمس الدین کا دوسرا بھائی علاء الدین ہلاکو کی طرف سے بغداد کا حاکم تھا اور نہایت صاحب فضل و کمال تھا، تاتاریوں کی سب سے مفصل اور مستند تاریخ جہاں کشا اسی کی تصنیف ہے۔"

(شعر العجم ص۔۔)

اس کی تلاش و تحقیق اور جانفشانی کے پیش نظر ملک الشعرا بہار نے اپنی تصنیف سبک شناسی کی جلد سیوم میں جوینی کے بارے میں لکھا ہے کہ " فارسی بلکہ عربی تاریخ میں بھی سوائے ابن خلدون کے کوئی شخص خوارزم تباہیوں کی شکست اور انقراض مدنیت ایرانیہ وغیرہ کے متعلق اس تلاش و تحقیق کے ساتھ جیسی کہ ابن عطا ملک کی ہے ایسے فلسفیانہ نتائج پر کوئی نہیں پہنچا۔"

ڈبلیو بارتھولڈ نے بھی اس کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے "یہ کتاب تاریخی اعتبار سے اول درجہ کی اہمیت رکھتی ہے اس کا مصنف غالباً واحد فارسی مورخ ہے جس نے منگولیا کا سفر کیا تھا۔ اور مشرقی ایشیا کے ممالک کے حالات خود اپنے تجربے سے لکھے تھے۔"

اس کی تاریخی اہمیت سے قطع نظر جہاں کشا کی ادبی خصوصیات نے بھی اس کی قدر و منزلت میں اضافہ کیا ہے۔ اس میں مصنف نے اپنی بہترین ادبی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ

کیا ہے۔ اس کی عبارت انتہائی صاف، سلیس اور گہرائی وگیرائی کی حامل ہے۔ وہ سادہ اور مختصر الفاظ میں پیچیدہ دقیق اور اہم خیالات کے اظہار کی زبردست قدرت رکھتا تھا۔ کبھی کبھی اس سادگی میں رنگینی کی آمیزش بھی پائی جاتی ہے اور اس طرح عبارت کا روپ کچھ اور نکھر جاتا ہے۔ لیکن مصنف نے دامن اعتدال کو کہیں بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے۔

اس کی عبارت میں تجنیس، سجع اور اشتقاق جیسی صنعتیں بھی مل جاتی ہیں قرآن وحدیث سے استدلال بھی ہوتا ہے فارسی و عربی شواہد اور امثال کا استعمال بھی ملتا ہے اور جا بجا تلمیحات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے تاہم ملک الشعراء بہار کے الفاظ میں "نثرش خستہ کنندہ نیست۔"

اس نوع بنوع حسن کا تقاضہ تو یہ ہے کہ عبارت شاید ہی کہیں بوجھل اور ناگوار ہوئی ہے۔ سلاست اور لطافت کے ساتھ ساتھ خال خال پرتکلف اور تعقید سے بھری پری عبارتیں بھی آجاتی ہیں۔ لیکن اس کی عمومی دلکشی کے پیش نظر کتاب کی عظمت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

بہرحال عطا ملک جوینی کی تاریخ جہاں کشا فارسی نثر کا ایک ایسا کارنامہ ہے جس کا مقام تاریخ ادب میں نمایاں اور جس کی ادبی حیثیت مسلم ہے سیاست نامہ کی سادہ ترین عبارت سے جہاں کشا کے قدرے رنگین اور پرتکلف اسلوب تک جو سفر فارسی زبان نے کیا ہے اور اس کو جو بلاغت عربی الفاظ کے تحت ملی اس کے لحاظ سے یہ تاریخ ہر دور میں اپنی جانب متوجہ کرتی رہے گی

تاریخ وصاف ایلخانی عہد کی دوسری اہم تصنیف ہے۔ اس کا مصنف شہاب الدین عبداللہ شیرازی اپنے عہد کے زبردست عالموں اور فاضلوں میں اہم مقام رکھتا تھا وہ وصاف حضرۃ کے لقب سے مشہور تھا۔

براؤن نے خود مصنف کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ تاریخ تاریخ جہاں کشا کے تعقیب کے

خیال سے لکھی گئی تھی ۔ شفیق نے بھی اسے جہاں کشا کا نتیجہ قرار دیا ہے ۔
وصاف نے اپنی اس تاریخ میں ۱۲۵۷ء سے لے کر ۱۳۲۸ء تک کے واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔ اس طرح اس کے تاریخی واقعات کی کڑی جہاں کشا سے مل جاتی ہے ۔ بلاشبہ یہ ایک گراں قدر تاریخی کارنامہ ہے جس میں مصنف نے اپنے عہد کے واقعات کا تذکرہ سچائی اور صداقت کے ساتھ کیا ہے ۔ لیکن اس کی پرتکلف اور تعقید سے بھری بری عبارت اس لئے اس کی افادیت میں قدرے کمی کر دی ہے ۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اس کی پیچیدہ عبارت اور تصنع آمیز طرز کے پیش نظر اس کے بارے میں ان خیالات کا اظہار کیا ۔ " بڑا زور مارا مگر فقط لفاظی اور لغت بازی ہے ۔ عربی فارسی ترکی لفظوں کا حشر برپا ہے ۔"
ہمیں بغیر کسی پس و پیش کے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وصاف کی زبان دقیق اور پرتکلف اس کی تشبیہیں اور استعارے پیچیدہ اور اس کا انداز بیان گنجلک ہے ۔ جیسا کہ مصنف نے لکھا ہے کہ اس کا مقصد بہترین اور شاندار اسلوب تحریر کا مظاہرہ کرنا ہے ۔ اس کے باوجود بھی اس کی مفید، اہم تاریخی تفصیلات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔ براون نے اس کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ " یہ کتاب جتنی ملال انگیز ہے اتنی ہی اہم بھی ہے ۔"
ڈاکٹر ریو نے اس تاریخ کی اہمیت کا اعتراف کرتے ہوئے ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے " اس کی تاریخ میں ایک اہم دور کی مستند معاصر روداد ملتی ہے لیکن اس کے لاریب افادے میں ترتیب کی بے اصولی سے نا حدے فرق آ گیا ہے ۔"
المعجم فی آثار العجم ایک مختصر تاریخ ہے جس میں ساسانی عہد کے اہم تاریخی واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے اس کا مصنف فضل اللہ حسینی ہے ۔ اس تاریخ کی بھی سب سے اہم خصوصیت طرز تحریر ہے جس میں مصنف نے وصاف کی طرح پیچیدہ، دقیق اور ثقیل عبارت کا التزام کیا ہے ۔ براون نے اس تصنیف کا بڑے پرشکوہ الفاظ میں تذکرہ کیا ہے اور اس کے مختلف نسخوں کی نشاندہی بڑے مشرقی کتب خانوں میں کی ہے ۔

ایلخانی عہد کا ایک اور تاریخی کارنامہ جامع التواریخ ہے جس کا مصنف رشید الدین فضل اللہ اپنے عہد کا عظیم مدبر، قابل اعتماد مورخ، زبردست طبیب اور جید عالم تھا۔ اس عظیم تصنیف کا محرک غازان خاں تھا جس نے رشید الدین فضل اللہ کو اس اہم کام پر آمادہ کیا۔ جامع التواریخ فضل اللہ کی عالمانہ بصیرت اور مدبرانہ صلاحیتوں کا کامیاب ترین نمونہ ہے۔ یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے لیکن افسوسناک امر یہ ہے کہ تیسری جلد[۳۱] دست برد زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکی۔

مصنف نے پہلی جلد میں تاتاریوں کی تاریخ لکھی ہے جس کی وجہ سے اس کے تاتاری آقاؤں کے کارناموں کو حیات نو مل گئی ہے۔ یہ کتاب وہ تاریخ عالم مغلوں کی سلطنت اور خصوصیت سے غازان کی حکومت پر تفصیلی روشنی ڈالتی ہے۔ دوسری جلد ایک عمومی تاریخ ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس عہد کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے لئے جامع التواریخ کے بغیر کاری اپنے موضوع کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتا۔ پروفیسر براون نے اپنی تصنیف میں ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے " فارسی نثر یہ تصانیف اور کم سے کم شعبۂ تاریخ میں شاید ہی کوئی کتاب اپنی منفعت کے لحاظ سے اس کے مقابلے پر آسکے "

فضل اللہ کی یہ اہم تاریخ نہایت صاف، سادہ، سلیس اور شستہ زبان میں لکھی گئی ہے۔ اور ایک مخصوص اور لطیف ادبیت کی حامل ہے۔

عطا ملک جوینی کی طرح فضل اللہ بھی حکومتوں میں دخیل اور کلیدی عہدوں پر فائز رہا۔ اور یہ بھی اتفاق ہے کہ جوینی کی طرح وہ بھی دشمنوں کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا شکار رہا۔ سرانجام ۷۱۸ ہجری میں ایک سازش کے تحت سلطان ابو سعید کے حکم پر تبریز میں قتل کردیا گیا۔

اس کی دوسری تصانیف ہیں توضیحات، مفتاح التفاسیر الرسالۃ السلطانیہ اور لطائف الحقائق ہیں جو اس کی عالمانہ بصیرت اور مختلف علوم و فنون پر اس کی دسترس کا ثبوت ہے۔

تاریخ گزیدہ، جہاں کشا اور جامع التواریخ کے بعد کی تصنیف ہے جو ضخامت کے اعتبار سے مختصر ہے لیکن اس میں مصنف نے کثیر معلومات کا احاطہ کیا ہے۔ شفق کے مطابق یہ جہاں کشا اور جامع التواریخ کا چربہ ہے۔ لیکن یہ ۷۳۰ء میں تحریر کی گئی ہے اس لئے اس میں تازہ واقعات بھی ملتے ہیں۔ براؤن کے مطابق یہ معاصر واقعات پر اہم تصنیف ہے۔ اور چونکہ مختصر تصنیف ہے۔ اس لئے مفصل واقعات کا مطالبہ بے سود ہے لیکن اس میں قابل اعتماد واقعات، عبارت کی شگفتگی، انداز بیان کی رعنائی اور زبان کی شائستگی ایسی خصوصیات ہیں جسے کسی دور میں بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ڈاکٹر آر۔ اے۔ نکلس نے تاریخ گزیدہ کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کا ترجمہ مفصل اشاریات کے ساتھ شائع کیا۔

مستوفی کا دوسرا اہم کارنامہ ظفرنامہ ہے جو اس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقائع عمری سے شروع کیا اور ابوسعید کے دور حکومت تک کے مستند واقعات بے لاگ طور پر نظم کیے۔ براؤن نے اس کے اشعار کی تعداد ۷۵۰۰۰ لکھی ہے لیکن شفق کے مطابق اس میں کل ۷۵۰۰ شعر ہیں۔

مستوفی کے اس کارنامے کی تاریخی حیثیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت واقعات کی صداقت ہے۔ وہ اپنے عہد کا اہم مورخ ہی نہیں عظیم اور قابل اعتماد محقق کی بھی حیثیت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر ریو نے اس کے بارے میں لکھا ہے "مصنف واقعات اور تاریخوں کے معاملے میں بڑا تحقیق پسند واقع ہوا ہے۔ اس کا تیسرا دفتر مغولی عہد کی تاریخ کے لئے مفید پایا جائے گا۔

ظفرنامہ میں واقعات انتہائی سادگی، روانی اور فصاحت کے ساتھ نظم کئے گئے ہیں۔ مثلاً ذیل کے اشعار جس میں تاتاریوں کے ہاتھوں قتل و غارتگری کا نقشہ پیش کیا گیا ہے:

از یں رو بقزدیں سبتای جنگ در آمد بکردار غران پلنگ

بدانگہ کہ شد شہر دریای خون دہ و ہفت جودی زششصد فزون

زشعبان گذر کردہ بُد ہفت روز کہ پیدا شد آں محنت و درد و سوز

در آں وقت بد حاکم ایں دیار مظفر لقب ہنری نام دار

ظفرنامہ اب نایاب ہے اس کا واحد نسخہ عجائب خانۂ برطانوی میں محفوظ ہے۔
اس کا مصنف ۷۵۰ میں قزوین میں فوت ہوا۔

قاضی نصیر الدین البیضاوی کی تصنیف نظام التواریخ ۱۲۹۴ تک کے عام واقعات پر محیط ہے۔ یہ ایک مختصر تاریخ ہے ۱۹۳۵ء میں تہران سے شائع کی گئی۔

اسی عہد کی ایک اور مختصر تاریخ تاریخ بناکتی ہے۔ یہ مختصر تاریخ ابو سلیمان داودی نے رشید الدین کی لازوال تاریخ کے تتبع میں لکھی ہے اور براون کے مطابق "اس میں رشید الدین کے وسیع تر تصور تاریخ کا اثر صاف طور پر نظر آتا ہے۔"

لیکن اس کے باوجود اس نے اپنی معلومات کو جس کی بنیاد رشید الدین کی تاریخ پر تھی زیر بحث اقوام کے نمایندوں سے زبانی معلومات حاصل کرکے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ اور بعض ایسی معلومات بھی فراہم کیں کہ جن کا مغولی دور سے پہلے کسی بھی تاریخ میں تذکرہ نہیں کیا گیا۔

اس عہد کی آخری تاریخی تصنیف مجمع الانساب ہے۔ یہ اگرچہ کم مایہ کتاب ہے لیکن اس میں کچھ ایسے واقعات کا مصنف نے تذکرہ کیا ہے جو اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ ایک عام تاریخ ہے جس کا مصنف محمد ابن علی شبانکاری شاعر اور مورخ دونوں حیثیتوں کا مالک تھا۔۔۔